فقہی مباحثوں میں امام ابو حنیفہؒ کے منہج کا علمی جائزہ

A Critical analysis of the Methodology of Imam Abu Hanifa in Fiqhi Discussions

ڈاکٹر ابظاہر خان[i] سعید الحق جدون[ii]

Abstract

Imam Abu Hanifa(RA) had been a great Mujtahid of his time.The Muslim Ummah as a Whole has been taking full advantage from his achievements in the field of Fiqha.He is the founder of Hanfi school of thought. He adopted a rather convenient and effective methods in the field of Ijtihad and research.Also in the present age, Imam Abu Hanifa is followed and the scholars take advantages from his methodology he has introduced. He laid the foundation of open discussion and conversation on religious issuses. The said article refers to the methodology of Imam Abu Hanifa in fiqhe discussion detail.

***Key words**: Imam Abu Hanifa, Popularization,Mujtahid,Fiqa,Foundation*

تمہید

امام ابو حنیفہؒ[1] امت مسلمہ کے ان عظیم محسنوں میں سے ہیں۔ جن کے فقہی افکار اور اجتہادی کاوشوں سے امت مسلمہ بھرپور فائدہ اٹھارہی ہے، آپ فقہ حنفی کے بانی ہیں۔قرآن ، حدیث ، لغت اور تاریخ میں امام کے درجے پر فائز تھے۔آپ نے مختلف مکاتب فکر لوگوں سے استفادہ کیا، جن میں حجازی اور عراقی قابل ذکر ہیں۔ان مکاتب فکر کے اہم شخصیات سے استفادے کے لئے امام صاحبؒ نے علمی مذاکروں اور مباحثوں کا منہج اختیار کیا، عطاء ابن ابی رباحؒ[2]،ابن جریج[3]

[i] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، جامعہ عبدالولی خان مردان

[ii] ایم فل سکالر، علوم الاسلامیہ، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

اور امام مالکؒ[4] جیسے شخصیات کے ساتھ آپ کی ملاقاتیں اور علمی مذاکرے ہوئے[5]۔ مصر کے امام لیث بن سعد[6]ؒ کا امام صاحبؒ کے ساتھ کئی ملاقاتیں اور علمی مباحثے ہوئے، جن میں آپؒ امام صاحب کی ذہانت اور حاضر جوابی سے متاثر ہوئے[7]۔

امام ابو حنیفہؒ نے اجتہاد کے سلسلے میں جو طریقہ اختیار کیا، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ نے اپنے مشائخ واستاتذہ اور ہم عصر علماء و مجتہدین سے نہ صرف یہ سنا بلکہ ان سے اس موضوع پر مناقشہ بھی کیا۔ اسی طرح اپنے تلامذہ کو صرف تدریس نہیں کرتے رہے بلکہ ان کو بھی بحث ومباحثے کا حق دیا۔ آپ اپنی رائے زبردستی نہیں ٹھونستے تھے اور نہ اپنے احباب وتلامذہ سے ایسی بات سننے میں کوئی ناراضگی وشرمندگی محسوس کرتے، بلکہ بعض اوقات جب آپ کو اپنے شاگردوں کا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا تو اس کی حوصلہ افزائی کر کے اس کی طرف رجوع کرتے، فقہی مسائل کے استنباط میں ان کا اسلوب یہ تھا کہ ہر مسئلے کی تحقیق میں بحث ومباحثے اور مکالمے ومناقشے کے بعد نتیجہ اخذ کرتے۔ اس منہج کو اس نے نہ صرف اختیار کیا بلکہ اپنے شاگردوں کو بھی اس کی دعوت دی[8]۔ امام صاحب کا فقہی واجتہادی مسائل میں ایک ہی فقہی ذوق رکھنے والے اور مختلف فقہی سلسلوں سے منسلک فقہاء کے درمیان بامقصد تحقیق اور صواب طلبی کی نیت پر مبنی مباحثوں ومکالموں کی ترویج میں مثبت کردار کو زیر نظر مقالہ میں پیش کیا گیا ہے۔

اجتہادی مسائل میں مباحثے اور مکالمے کی اہمیت

فقہی واجتہادی مسائل میں مباحثے اور مکالمے کو غیر معمولی اہمیت حاصل رہا۔ فقہائے عراق اور فقہائے کوفہ کو مباحثے کی اہمیت وافادیت کا ادراک تھا۔ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ[9] کا ارشاد ہے:

> رأيت ملاحدة الرجال تلقيحاً لألبابهم[10] میری رائے ہے کہ آدمیوں کا باہمی مباحثہ ان کی عقلوں کی بارآوری کا ذریعہ ہے۔ آپ ہی کا قول ہے: ما رأيت أحداً في الرجال إلا أخذ بجوامع الكلم[11] میں نے دیکھا کہ جو آدمی مباحثہ کرتا ہے وہ ضرور جامع باتیں حاصل کرلیتا ہے۔ اجتماعی یا انفرادی مباحثے (Discussions) سوال وجواب اور

مکالمے و مذاکرے تعلیم و تربیت کا لازمی حصہ سمجھتے تھے آپ نے اپنے پیش رو تابعین کے بارے میں فرمایا هم رجال ونحن رجالٌ [12] اس کا مطلب کسی کا توہین نہیں بلکہ اس بات کا بے باک اعلان ہے کہ اجتہادی معاملات میں ہم عصر لوگوں میں کسی کو کسی پر فوقیت حاصل نہیں۔

امام ابو حنیفہؒ کا اجتہادی منہج

امام ابو حنیفہؒ نے اجتہاد کے سلسلے میں جو منہج اختیار کیا، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ فقہاء کو انسانوں کی طرح دیکھتے تھے گویا انہوں نے اجتہاد کیا ہم پر بھی اجتہاد لازم ہے کہ ہم بھی کوشش کرلیں۔ قرآن و سنت اور اقوال صحابہ کو اول ماخذ کی حیثیت سے لیا، اگر کوئی مسئلہ اس میں نہ ملا ہو تو پھر اجتہاد سے کام لیا۔ چنانچہ آپؒ سے مروی ہے کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ کو لیتا ہوں، کتاب اللہ میں حکم نہ ملے تو سنتِ رسول ﷺ کو لیتا ہوں۔ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ دونوں میں نہ ملے تو اصحاب رسول اللہ ﷺ کے اقوال سے لیتا ہوں۔ تاہم جب معاملہ تابعین تک پہنچ جائے تو وہ بھی انسان تھے جنہوں نے اجتہاد کیا۔ میں بھی اس طرح اجتہاد کرتا ہوں جس طرح انہوں نے اجتہاد کیا [13]۔ ابن عبد البر [14] مالکی المسلک ہیں، انہوں نے امام صاحبؒ کا قول نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ بار بار فرمایا کرتے تھے:

إذا صح الحديث فهو مذهبي [15] "صحیح حدیث میرا مذہب ہے۔"

شاہ ولی اللہؒ [16] نے عقد الجید میں امام صاحبؒ کا قول ذکر کیا ہے کہ امام صاحبؒ فرمایا کرتے تھے:

إياكم والقول في دين الله تعالى وعليكم باتباع السنة فمن خرج منها ضلّ

"اللہ کے دین میں اپنا کوئی قول اختیار کرنے سے بچو اور سنت کی پیروی کو اپنے آپ پر لازم کرو اس لئے کہ جو سنت سے نکل گیا وہ گمراہ ہوا" امام صاحبؒ سے کسی نے پوچھا کہ اگر آپ کی بات کتاب اللہ سے مخالف ہو تو پھر کیا کیا جائے؟ انہوں نے جواب دیا: اتركوا قولي لكتاب الله "اللہ کی کتاب کے مقابلے میں میرا قول ترک کردو۔"

سائل نے پھر امام صاحبؒ سے پوچھا:

إذا كان خبر رسول الله صلى الله عليه وسلم يخالف قولك ؟ اگر حدیث آپ کے قول کے خلاف ہو تو؟ امام صاحب نے جواب دیتے ہوئے فرمایا: اتركوا قولي بخبر رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ حدیث رسول کے مقابلے میں میرا قول ترک کر دو۔ سائل نے پھر پوچھا: إذا كان قول الصحابي يخالف قولك ؟ اگر کسی صحابی کا قول آپ کے قول کے خلاف ہو تو؟ امام صاحبؒ نے جواب دیا: اتركوا قولي بقول الصحابي "صحابی کے قول کے مقابلے میں میرا قول ترک کر دو[17]۔"

امام ابو حنیفہؒ کے فقہی مباحثے اور مکالمے

اسلامی قانون کی تدوین اور اس کی دستوری حیثیت میں ترتیب کے لئے امام صاحبؒ نے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی[18]۔ مسائل کے استخراج و استنباط میں آپ ان ارکان کمیٹی سے مشورہ کرتے تھے۔ تمام ساتھیوں کی آراء اور دلائل سنتے تھے۔ فقہ میں مہارت رکھنے والوں سے بحث ومباحثے کا اہتمام کرواتے تاکہ مسائل کا صحیح حل نکالا جائے، کبھی کبھی ایک مسئلہ پر بحث کرتے کرتے مہینے گزر جاتے، ارکان کی تقاریر، دلائل اور ترجیحات اور اس کے بعد فیصلہ کرتے۔ اس بات کی تائید علامہ ابن عابدینؒ[19] کی اس قول سے ہوتا ہے۔

فكان إذا وقعت واقعة شاورهم وناظرهم وحاورهم وسألهم فيه ما عندهم من الأخبار والآثار ويسمع ما عندهم ويناظرهم شهراً أو أكثر حتى يستقرّ أحد الأقوال فيُثبته أبو يوسف حتى أثبتت الأصول على هذا المنهاج الشوروي[20].

"امام ابو حنیفہؒ کو جب کوئی مسئلہ پیش آتا۔ آپ اپنے شاگردوں سے باہمی مشورہ کرتے، اُن سے بحث مباحثہ کرتے اور ان سے سوال کرتے۔ اسی طرح ان کے پاس موجود اخبار واحادیث کی ان سے سماعت کرتے۔ جو کچھ آپ کے علم میں ہوتا، اسے بیان کر دیتے، ایک ایک ماہ یا اس سے بھی زیادہ عرصے ان سے مناظروں اور بحث ومباحثہ کرتے رہتے، یہاں تک کہ ایک اصول پر اتفاق ہوتا، پھر امام ابو یوسف[21] اسے ضبط تحریر میں لے آتے، اسی منہج پر آپ نے اصول قائم کر دیئے تھے۔"

شفیق بلخیؒ[22] نے بھی اس فقہی کونسل کی شورائیت کی تصدیق کی ہے کہ امام صاحبؒ دین میں اپنی رائے کو ترجیح نہیں دیتے بلکہ اپنے ساتھیوں سے مشاورت کے بعد مسئلہ امام ابو یوسفؒ سے لکھواتے، چنانچہ لکھتے ہیں:

كان الإمام أبو حنيفة من أروع الناس وأعبد الناس وأكثرهم احتياطا في الدين وأبعدَهم عن القول بالرأي في دين الله عز وجلّ، كان لا يضع مسألة في العلم حتى يجمع أصحابه عليها ويعقدَ عليها مجلساً فإذا اتفق أصحابه كلهم قال لأبي يوسف أو لغيره ضعها في الباب الفلاني[23].

"امام ابو حنیفہؒ لوگوں میں سب سے زیادہ پرہیز گار، سب سے زیادہ عبادت کرنے والے اور دین کے معاملے میں سب سے زیادہ احتیاط کرنے والے اور دین کے کسی مسئلے میں اپنی رائے اختیار کرنے سے سب سے زیادہ دور رہنے والے تھے۔ وہ کسی مسئلے کو اس وقت تک مدون نہ کرتے جب تک کہ اس کے ساتھی اس پر اجماع نہ کرتے، چنانچہ وہ مجلس منعقد کرتے، جب اس کے تمام ساتھی متفق ہو جاتے تو امام ابو یوسفؒ یا کسی اور کو حکم دیتے کہ اس مسئلہ کو فلاں باب میں رکھ دو۔"

جب کبھی امام ابو یوسفؒ امام صاحبؒ کی رائے تحقیق کے بغیر لکھتے تو امام صاحبؒ ان کو متنبہ فرماتے:

"ہر وہ چیز جو تم مجھ سے سنتے ہو مت لکھ لیا کرو کیوں کہ اگر میں آج کوئی رائے قائم کرتا ہوں تو کل اسے چھوڑ دیتا ہوں اور کل کی رائے پرسوں پر ترک کر دیتا ہوں[24]۔"

امام ابو حنیفہؒ کے ہاں اگرچہ کھلی مشاورت اور بحث و تدقیق کے بعد مسئلہ طے ہوا کرتا تھا، تب بھی وہ اس میں خطا کا امکان مزید بہتری کی ضرورت اور گنجائش محسوس کیا کرتے اور فرماتے: ہمارا یہ علم ایک رائے ہے اور یہ سب سے بہتر بات ہے جس تک ہم پہنچ سکے ہیں۔ جو ہمارے پاس اس سے بہتر بات لے کر آئے گا ہم اسے قبول کر لیں گے[25]۔ اس وجہ سے مذہب حنفی کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس کے مسائل طویل مباحثے اور مناظروں کی چھلنی چھننے کے بعد مدون ہوئے۔ ان تمام مسائل کی نسبت کسی ایک متعین شخصیت کی طرف کرنا ممکن نہیں ہے، کیونکہ یہ علماء کی ایک ایسی جماعت سے صادر ہوئے جو اپنے استاد کے زیر سایہ باہم مشورے اور

مباحثے کرتے تھے اور استاد اس بات کا حریص تھا کہ مسئلہ اس وقت تک ضبط تحریر میں نہ لایا جائے، جب تک تمام حضرات اپنی رائے کا اظہار نہ کرلیں اور کسی نتیجے پر نہ پہنچ جائیں[26]۔

"السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي" میں مذکور ہے کہ اصحاب ابو حنیفہؒ آپ کے مسائل کے بارے میں بحث و مباحثہ کیا کرتے رہتے، لیکن اگر ان کے مجلس کا ایک رکن عافیہ بن زید بھی موجود نہ ہوتے تو امام ابو حنیفہؒ فرماتے کہ عافیہ کے آنے تک اس مسئلے پر بحث جاری رکھو، چنانچہ جب عافیہ بن زید آجاتے اور وہ اپنے ساتھیوں سے اس مسئلے پر اتفاق کرتے، تب ابو حنیفہؒ فرماتے کہ اب اسے لکھ لو۔ اگر وہ اتفاق نہ کرتے تو فرماتے کہ اس کو مت لکھو[27]۔

اس مجلس علمی نے ۲۲ برس میں ایک مجموعہ تیار کیا جو ۸۳ ہزار دفعات پر مشتمل تھا جن میں ۳۸ ہزار دفعات عبادات سے متعلق تھے اور ۴۵ ہزار دفعات معاملات سے متعلق تھے، اس مجموعے کو ترتیب دے کر اس کے آخر میں میراث کا اضافہ کر دیا گیا[28]۔

انفرادی مباحثوں کا اہتمام

امام صاحبؒ نے نہ صرف یہ کہ اجتماعی مباحثوں کا اہتمام کیا بلکہ انفرادی مباحثوں میں بھی دلچسپی لی، اس سلسلے میں آپ نے امام باقرؒ[29] سے ایک دلچسپ علمی مکالمہ کیا جس سے علمی ماحول میں باہمی مباحثے و مکالمے کی اہمیت اور استفادے کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ جب دوسری بار مدینہ گئے تو امام موصوفؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کے ایک ساتھی نے تعارف کرایا کہ یہی امام ابو حنیفہؒ ہیں، انہوں نے امام صاحبؒ کو مخاطب کرکے فرمایا کہ ہاں تم ہی قیاس کی بناء پر ہمارے دادا کی حدیثوں کی مخالفت کرتے ہو؟ امام صاحبؒ نے نہایت ادب سے کہا: عیاذ باللہ حدیث کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ آپ تشریف رکھیں تو میں کچھ عرض کردوں؟ وہ بیٹھ گئے تو امام صاحبؒ نے پوچھا: مرد ضعیف ہے یا عورت؟ فرمایا عورت، پوچھا کہ وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟ تو فرمایا کہ مرد کا، امام صاحبؒ نے عرض کیا اگر میں قیاس لگاتا تو کہتا کہ عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے کیونکہ ضعیف کو ظاہر قیاس کی بناپر زیادہ حصہ ملنا چاہیے۔

دوسرا سوال کیا کہ نماز افضل ہے یا روزہ؟ تو فرمایا نماز کیونکہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: الصلاۃ عماد الدین تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر میں رائے پر دین بدلتا تو حکم دیتا کہ عورت جب حیض سے پاک ہو جائے تو نماز کی قضاء کرے کیونکہ نماز اہم العبادات ہے حالانکہ میں روزہ کی قضاء کا فتویٰ دیتا ہوں۔

پھر پوچھا کہ منی نجس ہے کہ پیشاب؟ تو امام باقرؒ نے فریایا کہ پیشاب زیادہ نجس ہے کیونکہ منی میں اختلاف ہے۔ بعض علماء کے نزدیک نجس ہے اور پیشاب بالاتفاق نجس ہے۔ تو امام صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر میں رائے پر عمل کرتا تو پیشاب پر غسل اور منی پر وضو کا حکم دیتا حالانکہ پیشاب پر وضو اور منی پر غسل کرنے کا قائل ہوں۔ امام باقرؒ اس قدر خوش ہوئے کہ اُٹھ کر امام صاحب کی پیشانی چوم لی اور فرمایا کہ لوگوں نے مجھے غلط باتیں پہنچائیں تھیں[30]۔

علمی مجالس میں امام ابو حنیفہؒ کا انداز بحث

امام ابو حنیفہؒ زرخیز اور طاقتور دماغی صلاحیت رکھتے تھے، آپ نے ایسے عجیب اور نادر مسائل حل کئے جس پر اُس دور کے بڑے بڑے ائمہ حیران رہ جاتے، اور ان کے غیر معمولی حافظہ ،ذہانت اور زکاوت کے مداح بن جاتے۔ مباحثےاور اور مناقشے کی بات میں آپ کی یہ خصوصیت تھی کہ آپ مجلس میں موجود لوگوں کی رائے واستدلال سنتے، دیگر فقہاء کے نقطہ نظر سے واقفیت حاصل کرتے اور بعد میں اپنی رائے پیش کرتے، اس انداز بحث کا یہ فائدہ ہوتا کہ آپ زیر بحث مسئلے کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیتے اور آخر میں شریعت کے مصالح کو پورا کرتے ہوئے ایسا عملی حل پیش کرتے جس سے لوگوں کے لئے آسانی پیدا ہو اور مشکلات سے نکلنے کے لئے جائز راستہ کھولتے جو کسی بھی صورت قانون شریعت کے طے شدہ اصولوں کے مخالف نہ ہو۔

ایک دفعہ سفیان ثوری[31]، قاضی ابن ابی لیلیٰ[32] اور امام ابو حنیفہؒ ایک ہی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے، ایک شخص نے آکر مسئلہ پوچھا کہ چند آدمی ایک جگہ بیٹھے ہیں، اچانک ایک سانپ نکلا اور ایک شخص کے بدن پر چڑھنے لگا۔ اس نے گھبرا کر سانپ کو پھینک دیا۔ وہ دوسرے شخص پر جا گرا۔ اس نے ڈر کی وجہ سے پھینکا تو تیسرے پر لگا۔ اس نے ڈر کی وجہ سے ایسا کیا، یوں ایک

دوسرے پر پھینکتے رہے، یہاں تک کہ آخری شخص پر پھینکا تو سانپ نے اس کو کاٹا اور وہ مر گیا۔ اب دیت کس پر آئے گی؟

یہ ایک مشکل مسئلہ تھا۔ سب حیران ہوئے، کسی نے جواب دیا کہ پہلے شخص پر دیت لازم ہے، کسی نے فتویٰ دیا کہ دیت سب پر لازم ہے۔، امام صاحبؒ چپ بیٹھے تھے۔ آخر میں سب ان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ امام صاحب نے فرمایا جب پہلے شخص نے دوسرے پر پھینکا اور وہ سانپ محفوظ رہا، تو وہ بری الذمہ ہو گیا۔ اسی طرح جب دوسرے نے تیسرے پر پھینکا اور وہ محفوظ رہا تو وہ بھی بری الذمہ ہو گیا۔ اسی طرح چوتھا اور پانچواں بھی۔ اب ہم اخری شخص سے بحث کرینگے۔ اگر اس کے پھینکنے کے ساتھ ہی سانپ نے کاٹا ہو تو اس پر دیت لازم ہے اور اگر کچھ دیر بعد کاٹا ہو تو دیت لازم نہیں۔ کیونکہ شخص نے غفلت سے کام لیا اور اپنی حفاظت میں سستی کی[33]۔

آزادی رائے میں امام صاحبؒ کی وسعت

آزادی رائے کے دائرے میں امام ابو حنیفہؒ نے شرکائے مجلس کو بہت وسعت دے رکھی تھی۔ آپ نے اپنے تلامذہ اور فقہی کونسل کے آراکین پر اپنی رائے تسلیم کرنے کے متعلق کبھی جبر نہیں کیا، بلکہ رائے دہی کی پوری آزادی دی، تمام ساتھیوں کی رائے سنتے پھر اس پر غور وحوض اور جرح قدح ہوتی اس کے بعد جو بات صحیح معلوم ہوتی، اس کو مسائل فقہ کے رجسٹر میں درج کرتے۔

امام ابو حنیفہؒ کے سوانح نگاروں نے آپ کی مجلس میں آزادی رائے وسعت کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا ہے۔ الرجر جانیؒ[34] فرماتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہؒ کی فقہی مجلس میں حاضر تھا ایک نوجوان جو اس حلقہ میں بیٹھا تھا اس نے امام صاحبؒ سے کوئی سوال کیا جس کو آپ نے جواب دیا، لیکن اس نوجوان کو میں نے دیکھا کہ وہ امام صاحبؒ کا جواب سنتے ہی بے تحاشا آپ کو مخاطب کر کے (آپ نے غلطی کی) کہتے رہے۔ جرجانیؒ کہتے ہیں کہ نوجوان کے اس طرز گفتگو کو دیکھ کر میں حیران ہو گیا، میں نے تمام شرکائے مجلس سے مخاطب ہو کر کہا: بڑے تعجب کی بات ہے کہ تم لوگ استاد

کے احترام کا بالکل لحاظ نہیں رکھتے ہو، میں ابھی بات نہ کر پایا تھا کہ امام ابو حنیفہؒ نے خود ارشاد فرمایا: اسے چھوڑ دو میں خود ہی ان کو قصداً اس طرز کلام کا عادی بنایا ہے[35]۔

اسی طرح ایک دفعہ سفیان بن عیینہؒ[36] نے دیکھا کہ امام صاحب کے ارد گرد آپ کے تلامذہ کسی مسئلے پر بحث کر رہے ہیں اور ان کی آوازیں بلند ہو رہی ہیں سفیان بن عیینہ نے امام صاحبؒ سے کہا کہ آپ انہیں مسجد میں آواز بلند کرنے سے منع کیوں نہیں کرتے ؟ امام صاحبؒ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: انہیں کچھ نہ کہیے کیونکہ اس کے بغیر یہ لوگ فقہ میں کمال حاصل نہیں کر سکتے[37]۔

خلاصۂ بحث

اچھا مربی اور ایک اچھا استاد وہی ہوتا ہے جو اپنے طلبہ کو دوران درس آزادی رائے کا اختیار دیے یہی وہ خصوصیت ہے جو امام ابو حنیفہؒ کی شخصیت میں نمایاں ہے۔ علمی بحثوں کے دوران آپ کا یہ انداز بہت ہی نرالہ ہے کہ ایک عام طالب علم اپنے مافی الضمیر کا اظہار بر ملا کر سکتا ہے۔

امام صاحبؒ اپنے شاگردوں کو بحث ومباحثہ کے ذریعے مسائل کے حل کا طریقہ سکھانا چاہتے تھے۔اس لئے امام صاحبؒ نے ان کو اپنے مجالس میں بولنے کا مکمل اختیار دیا تھا۔امام صاحبؒ کا ذہن یوں بنا تھا کہ آپ اپنی فقہی مجلس میں ہر فقیہ کی رائے سنتے اور اس کے بعد اپنا نکتہ نظر بیان فرماتے جس سے آپ کا مطلب طلبہ میں دوسروں کی رائے سننے کا عادی بنانا تھا۔

حواشی وحوالہ جات

1 نعمان بن ثابت بن زوطی بن ماہ (۸۰۔۱۵۰ھ) ابو حنیفہ، عجمی النسل تھے۔ کوفہ میں پیدا ہوئے۔آپ فقہ کے مشہور آئمہ اربعہ میں سے ہیں۔آپ کو فقہ کا مدون اول کہا جاتا ہے۔(موفق بن احمد، مناقب الِامام الأعظم ا: ۸۸،مکتبۃ اسلامیہ، کوئٹہ ۲۰۰۴ء)

2 عطاء ابن ابی رباحؒ (اسلم) بن صفوان (۲۷۔۱۲۰ھ) آپ یمن میں پیدا ہوئے تھے۔مکہ میں رہائش پزیر رہیں اور وہیں وفات پائی۔ تفسیر میں قلیل الروایۃ ہونے کے باوجود بھی آپ کا علمی رتبہ نہایت بلند تھا۔(ابن کثیر ،البدایۃ والنہایۃ۹: ۲۲۴، مؤسسۃ التاریخ العربی، بیروت، بدون تاریخ)

3 عبد الملک بن عبد العزیز بن جریج الاموی المکی۔ بنو امیہ کے مولیٰ تھے۔ فقیہ عالم اور ثقہ راوی ہیں مگر ارسال اور تدلیس سے کام لیتے ہیں۔ ابان بن صالح، ابراہیم بن ابی بکر اور ابراہیم بن محمد سے علم حاصل کیا۔ شاگردوں میں اسماعیل بن زیاد، اسماعیل بن علیہ اور اسماعیل بن عیاش مشہور ہیں۔ ۱۵۰ھ /۷۶۷ء کو فوت ہوئے۔ (تقریب التہذیب ۶۱۷: ۱، ترجمہ: ۴۲۰۷)

4 مالک بن انس بن مالک (۹۳-۱۷۹ھ)، الصبحی، ابو عبد اللہ، امام دار الہجرہ، ائمہ اربعہ میں سے تھے۔ (احمد بن محمد بن خلکان، وفیات الاعیان ۴: ۱۳۴ منشورات الرضی، قم، ایران، (بدون تاریخ))

5 مناقب الإمام الأعظم، ۱: ۸۸

6 ابو صالح عبد اللہ بن صالح بن محمد بن مسلم الجہنی المصری۔ ۱۲۵ھ کو پیدا ہوئے۔ لیث بن سعد اور موسیٰ بن علی سے علم حاصل کیا۔ شاگردوں میں ابن معین، دارمی اور ابو حاتم وغیرہ شامل ہیں۔ ۲۱۱ھ کو فوت ہوئے۔ (تقریب التہذیب ۱: ۵۰۲۔۔۔ طبقات الحفاظ ۱: ۳۱)

7 علامہ ذہبی، مناقب الإمام أبي حنیفة وأصحابه: ۱۲۲، عالم الکتب بیروت ۱۹۸۵ء

8 محمد بن عمر بن عابدین، شرح عقود رسم المفتی: ۳، سہیل اکیڈمی، لاہور، ۲۰۰۲ء

9 عمر بن عبد العزیز بن مروان بن الحکم (۶۱-۱۰۱ھ) مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ صالح خلیفہ اور عادل ونیک سیرت فرماں رواں تھے۔ (امام ذہبی، سیر اعلام النبلاء، ۱۱۴: ۴، مؤسسة الرسالة، بیروت، ۱۴۱۰ھ)

10 یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر، جامع بیان العلم وفضلہ، ۲: ۱۰۸، مطبعہ الموسوعات العربیہ، ۱۳۲۰ھ

11 ایضاً

12 مصطفی السباعی، السنة ومکانتها في التشریع الإسلامی: ۳۶۵، دار القوامہ، بیروت

13 ایضاً

14 یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر (۳۵۸-۴۶۳ھ)، قرطبی، مالکی، حافظ حدیث، مؤرخ اور ادیب تھے۔ اپنے دور میں حافظ مغرب کے نام سے مشہور تھے۔ (وفیات الاعیان ۷: ۶۶)

15 شرح عقود رسم المفتی: ۱۷

16 ولی اللہ احمد بن عبد الرحیم (۱۷۰۳-۱۷۶۵ء) آپ مشہور محدث اور فقیہ ہیں۔ ہند میں تفسیر وحدیث مشتہر کرنے میں آپ کا بہت بڑا حصہ ہے۔ (نزہة الخواطر، ۶: ۴۱۰)

17 عقد الجید: ۴۵

18 تاریخ الفقہ والفقہاء: ۷۳

19 محمد أمین بن عمر بن عبدالعزیز عابدین دمشق میں ۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء کو پیدا ہوئے۔اپنی دور کے ممتاز فقیہ اوراحناف کے سرخیل تھے۔ان کے مایۂ تصانیف میں رد المحتار على الدر المختار،رفع الأنظار عما أورده الحلبي على الدر المختار،العقود الدرية في تنقيح الفتاوي،نسمات الأسحار على شرح المنار ،حاشية على المطول،الرحيق المختوم،حواش على تفسير البيضاوي[التزم فيها أن لا يذكر شيئا ذكره المفسرون]، مجموعة اور رسائل عقود اللآلي في الأسانيد العوالي شامل ہیں۔دمشق ہی میں ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ھ کو فوت ہوئے۔(الأعلام۶: ۴۲)

20 ردالمختار علیٰ درالمختار،ابن عابدین،۱ :۶۲،دارالفکر،بیروت،۱۹۹۲ء

21 یعقوب بن ابراہیم رحمہ اللہ بن حبیب الانصاری الکوفی البغدادی،ابویوسف۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے سب سے قریبی ساتھی ہیں۔کوفہ میں ۱۳۳ھ/۷۳۱ء کو پیدا ہوئے۔فقیہ ، علامہ اور حافظ حدیث تھے۔مہدی،ہادی اورہارون الرشید کے عہد میں قاضی اور چیف جسٹس رہے ہیں۔امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق سب سے پہلے اصولِ فقہ کی تدوین کی۔تفسیر،مغازی اورایامِ عرب کے بلامدافعت امام ہیں۔۱۸۲ھ/۷۹۸ء کو فوت ہوئے۔(تاریخ بغداد۱۴: ۲۴۲---الاعلام۸: ۱۹۳)

22 شفیق بن محمد بن سلام،ابونصر،آپ اہل بلخ میں سے تھے۔۳۰۵ھ کو وفات پاگئے تھے۔(الجواہر المضیۃ،۲: ۱۱۷)

23 محمد بن محمود بن محمد الخوارزمی،جامع المسانید الامام الاعظم۱: ۲۳

24 نصب الرایۃ:۳۱۰

25 مناقب الإمام أبي حنيفة وأصحابه:۲۱

26 ڈاکٹر محمد الدسوقی،امام محمد بن حسن اوران کی فقہی خدمات:۶۳،ادارہ تحقیقات اسلامی،اسلام آباد،۲۰۰۵ء

27 السنة ومكانتها في التشريع الإسلامي:۳۸۹

28 تاريخ الفقه والفقهاء:۷۲

29 أبو جعفر محمد بن زين العابدين علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب رضي الله عنهم أجمعين، الملقب الباقر، أحد الأئمة الاثني عشر في اعتقاد الإمامية، وهو والد جعفر الصادق. كان الباقر عالما سيدا كبيرا، وإنما قيل له الباقر لأنه تبقر في العلم، أي: توسع. ومولده ثالث صفر سنة سبع وخمسين للهجرة، وكان عمره يوم قتل جده الحسين رضي الله عنه ثلاثَ سنين، وأمه أم عبد الله بنت الحسن بن الحسن بن علي بن أبي طالب رضي الله عنه. وفي سنة وفاته خلاف بين المؤرخين. توفي في شهر ربيع الآخر سنة ثلاث عشرة ومائة بالحميمة، وقيل غيره. ونقل إلى المدينة ودفن بالبقيع في القبر الذي فيه أبوه وعم أبيه الحسن بن علي رضي الله عنهم(وفيات الأعيان4: 174)

30سیرۃ النعمان: ۳۵

31سفیان بن سعید بن مسروق ثوری(۹۷-۱۶۱ھ) ابو عبداللہ، کوفہ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے اور کوفہ میں وفات پائی۔ امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔(وفیات الاعیان،۲: ۳۸۶)

32ابو عیسیٰ عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ الانصاری المدنی۔ تابعی اور ثقہ راوی ہیں۔ ابی بن کعب، اسید بن حضیر اور انس بن مالک وغیرہ سے علم حاصل کیا۔ شاگردوں میں ربیع بن خیثم، سلیمان الاعمش اور عامر الشعبی مشہور ہیں۔ ۸۳ھ/۷۰۲ء کو فوت ہوئے۔(تقریب التہذیب ۱ :۲،۷۷،۔۔۔ طبقات الحفاظ ۱ :۲)

33سیرۃ النعمان:۷۴

34سیرۃ النعمان:۷۴

35مولانا مناظر احسن گیلانی، امام ابو حنیفہؒ کی سیاسی زندگی:۲۳۸

36سفیان بن عیینہ بن میمون، ہلالی، کوفی(۱۰۷-۱۹۸ھ) کوفہ میں پیدا ہوئے، مکہ میں رہائش اختیار کی تھی۔ مکہ میں وفات پائی۔(وفیات الاعیان،۲: ۳۹۱)

37مناقب الإمام أبي حنيفة وأصحابه:۲۱